مختلف ادیان میں سزاؤں کا تصور اور اسلامی حدود پر غیر انسانی ہونے کے الزام کا تحقیقی جائزہ

The Concept of Punishment in Different Religions and Discussion over the Appropriateness of Islamic Hudūd

* کلیم اللہ

** ڈاکٹر آیاز خان

Abstract

Many people propagate about the Islamic Hudūd i.e. Punish against crimes stated in the Holy Quran. They are of the view that the Islamic Hudūd punishments are more severe, cruel a brutal. Although it a propaganda against Islam. This negative propaganda is an obstacle, hindrance in the way of enforcement of Hudūd. If the Islamic Hudūd are compared with the other Religions, punishments for different crimes, which have been mentioned in their books and Religious history, they are either similar or more sever and brutal than Islamic Hudūd, i.e. Punishment. It show that more sever & cruel punishments against crimes were present in heavenly and man-made Religious before Islam. The research under consideration is about the comparison and contrast between Islamic punishments and the punishments present the international or worldly Religions so that it may be cleared to the whole world that only Islam is a Religion in the world that no other Religion can compete regarding prevention of crimes. It will highlight the sublimity and loftiness of Islam and also make it clear the fact of hollow, attractive slogans of the present modern time.

Keywords: *Hudūd, World Religions, Punishment.*

* ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، پشاور

حدود اور حد کا لغوی معنی:

حدود جمع ہے اور اس کا مفرد حد ہے یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ، ح دد، یعنی حد د ہے [1] یہ ایک کثیر المعنی لفظ ہے، عربی لغت میں اس کا معنی ہے، الفصل ،الحاجز، منتهیٰ الشئ، رق الشفرة، الدفع، المنع، تمییز الشئ عن الشئ [2]

"سرحد، باڑھ، کسی شی کی انتہاء، طرف کنارہ، سرا، دھار، مانع، کسی چیز کا دفع کرنا، اس سے بچنا، کسی شے کو دوسرے شے سے جدا کرنا"۔

حد کا اصطلاحی معنی:

حد کے لغوی معنی سے یہ بات واضح ہوئی کہ حد وہ ڈیڈ لائن، انتہاء اور رکاوٹ ہے جس سے تجاوز کرنا منع ہے۔ چنانچہ حدود اللہ کی اصطلاح ایسے امور کے لئے وضع شدہ ہے کہ جن سے تجاوز کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ وضاحت کے ساتھ حدود اللہ سے مراد وہ امور ہیں کہ جن کی حلت و حرمت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی ہے اور ساتھ ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ:

تِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا[3]۔ "یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں ان سے باہر نہ نکلنا"۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا[4]۔ "یہ خدا کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا"۔

یہ طے ہوا کہ جو ان حدود سے تجاوز کرے گا وہ مستوجب سزا ہو گا۔

قدیم لغت نویس الازهری کہتے ہیں کہ حدود اللہ دو طرح کی ہیں۔

1: حلال و حرام کی وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے کھانے پینے اور ازدواجی معاملات کے سلسلہ میں مقرر فرمائی ہیں اور جن کے بارے میں حکم ہے کہ ان سے تجاوز نہ کرو۔

2: دوسری سزا کی وہ مقداریں جو بعض جرائم پر مقرر کر دی گئی ہیں جیسے حد قذف میں اسی کوڑے اور حد سرقہ میں قطع ید [5]

حد فقہاء کی اصطلاح میں:

حدود فقہاء کی اصطلاح میں وہ خاص سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر بطور تادیب دی جاتی ہیں۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: فی الشرع عقوبة مقدرة لاجل حق الله فيخرج التعزير لعدم التقدير والقصاص لانه حق آدمی [6]۔

"شریعت میں حد اس مقرر سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر متعین کی گئی ہو، تعزیر اس سے خارج ہے کیونکہ تعزیری سزا مقرر نہیں اور قصاص بھی اس سے خارج ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے حق اللہ نہیں ہے"۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وفی الشرع الحد اسم لعقوبة مقدرة تجب حقاللہ تعالیٰ ولھذا لایسمیٰ التعزیر لانه غیر مقدرة ولا یسمیٰ به القصاص لانه حق العبد. (7)

"شریعت میں حد اس مقررہ سزا کا نام ہے جو اللہ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے اس لئے تعزیر کو اسم حد سے موسوم نہیں کرتے کہ وہ غیر مقرر کردہ سزا ہے اور نہ ہی قصاص کو حد کا نام دیا جاتا ہے کہ وہ حق اللہ نہیں حق العبد ہے"۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: ان الحد هو العقوبة المقدرة شرعا(8)"حد شریعت کی مقرر کردہ سزا ہے"۔

فقہائے احناف کے علاوہ باقی جمہور فقہاء نے حد کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے۔

عقوبة شرعا سواء کا نت حقاللہ ام للعبد(9)

"شرعی سزا خواہ حق اللہ کے طور پر ہو یا حق العبد کے طور پر"۔

جرائم واجب الحد کی تعداد:

فقہاء نے بالعموم پانچ جرائم کو قابل حد قرار دیا ہے جو درجہ ذیل ہیں:

(1)حد زنا (2)حد قذف(3)حد سرقہ (4)حد حرابہ(5)حد شرب۔

حدود کی تعداد کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک قابل حد جرائم تین ہیں، بعض کے نزدیک چھ، بعض کے نزدیک آٹھ، بعض کے نزدیک گیارہ اور بعض نے سترہ جرائم کو جرائم حد قرار دیا ہے۔

فقہ حنفی میں قابل حد پانچ جرائم ہیں اس لئے یہاں پہ اسی کو ہی موضوع بحث بنادیا گیا ہے۔مذکورہ جرائم میں سے چار جرائم (حد زنا، حد قذف، حد سرقہ، حد حرابہ)تو ایسے ہیں جو قرآن پاک میں صراحتاً مذکور ہیں رہا معاملہ حد شرب خمر کا تو وہ حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ ان کے علاوہ باقی جرائم میں تعزیری سزا دی جاتی ہے۔(11)

قابل حد جرائم کی مقدار سزاء:

قرآن کریم نے چار جرموں کی سزائیں خود مقرر کی ہیں۔(1)حد حرابہ کی سزاء داہنا ہاتھ بایاں پیر (2)چوری کی سزا داہنا ہاتھ پہونچے پر سے کاٹنا۔(3)زنا کی سزا بعض صورتوں میں سو کوڑے (جب زانی یا زانیہ غیر شادی شدہ ہو)اور بعض صورتوں میں سنگسار کرنا (جب زانی یا زانیہ شادی شدہ ہو)۔(4)زنا کی جھوٹی تہمت کسی پر لگانے کی سزاء اسی کوڑے ہیں(5) پانچویں حد شرعی شراب پینے کی ہے جو باجماع صحابہ اسی کوڑے مقرر کئے گئے ہیں۔ان پانچ جرائم کے علاوہ باقی تمام جرائم کی سزاء حاکم وقت کی صوابدید پر ہے۔[12]

اسلام کا نظام جرم وسزا اور نفاذ حدود کا فلسفہ:

اسلام میں جرم کی تعریف:

الماوردی نے لکھا ہے: اتیان فعل محرم معاقب علیٰ فعله اوترک فعل واجب معاقب علیٰ ترکه. "ایسے فعل محرم کا ارتکاب جس کا کرنا قابل سزا ہو یا ایسے لازمی فعل کا ترک کر دینا جس کا ترک کرنا قابل سزا ہو"۔[12]

دوسری تعریف:الجرائم هی محظورات شرعیة زجرالله عنها بحد اوتعزیر۔[13]

"جرائم وہ شرعی ممانعتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے حد یا تعزیر کے ذریعے منع کر دیا ہو"۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق اسلامی نظام جرم وسزا کا فلسفہ دراصل یہ ہے کہ اسلام انسانی مصالح کا سب سے بڑا محافظ ہے چنانچہ شریعت اسلامیہ نے انسانی مصالح کے تحفظ کی غرض سے کچھ سزائیں مقرر کی ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

"جلب منفعت اور دفع مضرت مقاصد خلق میں سے ہیں، مخلوقات کی اصلاح ان کے مقاصد کے حصول میں دائر ہیں۔ مصلحت سے مراد شریعت کے پیش نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ہیں، تحفظ دین، تحفظ نفس ،تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔اب جو امر ان اصول خمسہ کی حفاظت کرنے والا ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچتا ہو وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے۔ان اصول خمسہ کا تحفظ ضرورت کے درجہ میں ہے اور یہ مصالح کے درجات میں قوی ترین درجہ ہے۔گمراہ کافر (مرتد)اور بدعتی لوگوں کے دین کو تباہ کرتا ہے اس لئے شریعت نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور جرم قتل پر قصاص مقرر

کیا ہے تا کہ تحفظ نفس کے مقصود کو حاصل کیا جا سکے۔ عقل انسان کے مکلف ہونے کی اساس ہے، اس عقل کے تحفظ کے لئے شراب نوشی کی سزا مقرر کی گئی ہے اسی طرح حد زنا کو لازم کیا ہے تا کہ انساب کا تحفظ کیا جائے۔ غاصبوں اور چوروں کے لئے سزا مقرر کی ہے تا کہ لوگوں کے مال کو اور ان کی معیشت کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شریعت ان پانچ اصولوں کی پامالی کو جائز قرار دے اور ان کی حفاظت کے لئے ان کو پامال کرنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کا سامان نہ کرے اس لئے کفر، قتل، زنا، سرقہ اور نشہ آور آشیاء کا استعمال ہر شریعت میں حرام قرار دیا گیا"۔[14]

امام غزالیؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ شریعت کے جملہ اوامر ونواہی کلیۃً انسانی مصالح پر مبنی ہیں اور انسانی مصالح کی اساس مندرجہ ذیل پانچ امور ہیں۔(1)حفظ دین،(2)حفظ نفس، (3)حفظ عقل،(4)حفظ نسل، اور (5)حفظ مال۔

اسلام میں سزا کا مقصد:

اسلامی نقطہ نظر سے سزا کا مقصد دراصل دفع مفاسد اور حصول مصالح پر مبنی ہے چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے سزا کی تعریف کچھ یوں کی ہے: العقوبة فی الشریعة هی الجزاء لمن خالف اوامرا لله ونواهیه والعقوبة شرعت داعیه الیٰ فعل الواجبات وترک المحرمات۔[15]

"عقوبت دراصل شریعت میں اس شخص کی سزا کا نام ہے جس نے اللہ کے اوامر ونواہی کی مخالفت کی ہو اور سزا اس لئے مقرر کی گئی ہے تا کہ یہ واجبات کے انجام دینے اور محرمات کے ترک کرنے پر آمادہ ہو"۔

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:ای ان العقوبا ت زواجر وضعها لله تعالیٰ عن ارتکاب ما حظر وتر ک ما مر۔[16]

" سزائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ زواجر ہیں تا کہ کوئی اس کے احکامات کی خلاف ورزی اور اس کے منہیات کا ارتکاب نہ کرنے پائے"۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں عقوبت نام ہے:الانزجار عما یتضرر به العباد کله۔[17]

"سزا ہر اس برائی سے روکنے کا نام ہے جس سے مخلوق خدا کو ضرر اور تکلیف پہنچتا ہو"۔

سزا کا دوسرا مقصد اصلاح ہے تا کہ مجرم میں میلان جرم راسخ نہ ہو جائے اور یہ ایسا مقصد ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک ہیں۔

تیسرا مقصد: تطہیر عن الذنوب یعنی شرعی سزا سے مسلمان کی عاقبت درست ہو جاتی ہے اور حساب کے دن اس سے اس کے متعلق باز پرس نہیں ہو گی۔ ابتداء اسلام میں اگر کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اعتراف جرم کر کے از خود سزا کا مطالبہ کرتا تھا۔

اسلامی حدود کا عالمی مذاہب کے سزاؤں کے ساتھ موازنہ:

آج کل اسلامی حدود کو بے رحمانہ اور وحشیانہ تصور کیا جاتا ہے لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا، ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی جو حکمت بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کردہ سزاؤں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے یہ تو انسان کی نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کردہ سزاؤں کو اپنے پیدا کرنے والے اور معبود کی مقرر کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھتے ہیں۔

کتاب مقدس کے مروجہ مجموعہ بائبل کی پہلی پانچ کتابیں اسفار خمسہ تورات کہلاتی ہیں، یہود ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور قابل عمل سمجھتے ہیں۔

تورات میں سزاؤں کا اجمالی خاکہ درجہ ذیل ہے:

بائبل (تورات) میں رجم کی سزا:

تورات میں کئی جرائم کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔ جیسے:

(1) جو خداوند کے نام پر بکے ضرور جان سے مارا جائے، ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے۔[18]

(2) جو شخص اور معبودوں کو سورج، چاند یا اجرام فلکی کی پوجا کرے اس کی سزا پھانکوں سے باہر لے جا کر ایسا سنگسار کرنا ہے کہ وہ مر جائے۔[19]

(3) وہ مرد یا عورت جس میں جن ہو یا جادوگر ہو تو وہ ضرور جان سے مارا جائے ایسوں کو لوگ سنگسار کریں۔[20]

(4) ماں باپ کے نافرمان بیٹے کو شہر کے سب لوگ سنگسار کریں کہ وہ مر جائے۔[21]

(5) صحرا نوردی کے دنوں میں ایک یہودی سبت کے دن لکڑیاں اکھٹی کرتے پکڑا گیا، جماعت نے اسے پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی اسے لشکر گاہ سے باہر لے جا کر خود سنگسار کر دیا اور وہ مر گیا۔[22]

بائبل (تورات) میں آگ سے جلانے کی سزا:

(1) اگر کوئی شخص بیوی اور ساس دونوں کو رکھے تو تینوں جلا دئے جائیں۔[23]

(2) کپڑا جتنا سفید ہو گا اس پر داغ اتنا ہی برا لگے گا، چنانچہ اگر کاہن کی بیٹی فاحشہ بن کر اپنے آپ کو ناپاک کرے تو وہ عورت آگ میں جلائی جائے، کیونکہ وہ اپنے باپ کو ناپاک ٹھہراتی ہے۔[24]

بائبل (تورات) میں سزائے موت:

(1) قاتل کا مارا جانا با آسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔[25]

(2) لیکن زنا اور لواطت کی سزا بھی موت ہی ہے۔[26]

(3) جانور سے جماع کرنے والا بھی جان سے مارا جائے۔[27]

(4) اگر کوئی شخص کاہن (یہودی مولوی) سے گستاخی سے پیش آئے یا قاضی کا کہنا نہ مانے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے۔[28]

بائبل (انجیل) میں رجم (سنگساری) کی سزا:

(1) حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی زنا کی سزا سنگساری تھی۔[29]

(2) ستفنس کو شریعت کی مخالفت اور موسیٰؑ کی رسموں کو بدلنے کے الزام میں سنگسار کیا گیا تھا۔[30]

بائبل میں کوڑوں کی سزا:

اگر لوگوں میں کسی طرح جھگڑا ہو اور عدالت میں آئیں تاکہ قاضی ان سے انصاف کریں تو وہ صادق کو بے گناہ ٹھہرائیں اور شریر کے خلاف فتویٰ دیں اور اگر وہ شریر پٹنے کے لائق نکلے تو قاضی اسے زمین پر لٹوا کر اپنی آنکھوں کے سامنے اس کی شرارت کے مطابق اسے گن گن کر کوڑے لگوائے، وہ چالیس کوڑے لگوائے اس سے زیادہ نہ مارے۔[31]

ہندومت میں سزائیں:

ہندو دھرم میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ اسے پھاڑ کھائیں اور زانی کو لوہے کا پلنگ تپا کر اس پر ڈال دیا جاتا۔ ہندو دھرم کے بعض اشلوک اس قسم کے بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچی ذات کے ہندوؤں کے لئے زنا کی سزا پانچ سو سے ایک ہزار تک جرمانہ کی صورت میں بھی دی جاتی تھی، زنا کے مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھا جاتا تھا کہ زانیہ

کس حیثیت کی عورت ہے، اگر کوئی سپاہی یعنی چھتری کسی برہمنی عورت سے زنا کرتا تو اسے بہت سخت سزا دی جاتی تھی۔ سوکھی گھاس یا نرسل اس پر ڈال کر اس کو جلا دیا جاتا تھا۔[32]

ہندومت میں چور کی سزا:

عہد برہمنی میں معمول کی اشیاء کی چوری پر چوروں کو معمولی سا جرمانہ کیا جاتا تھا لیکن بڑی رقم کی چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا تھی۔ اور اگر کسی چور سے گرفتار کئے جانے پر مال مسروقہ برآمد ہو جاتا تو ایسے چور کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ چوری کا مال لینے والوں اور چوروں کو پناہ دینے والوں کو بھی وہی سزا دی جاتی تھی جو چوروں کو دی جاتی۔[33]

ہندومت میں ڈاکہ زنی کی سزا:

عہد برہمنی میں ڈاکہ زنی کے مرتکب مجرموں کے ہاتھ کاٹے جاتے اور اگر ڈاکہ زنی کے دوران ڈاکوؤں کے ہاتھوں کوئی قتل ہو جاتا تو اس صورت میں ڈاکوؤں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔[34]
جو لوگ ڈاکوؤں کو پناہ دیتا یا انہیں خوراک پہنچاتا تو اس کی سزا موت ہوتی۔[35]

بدھ مت میں زنا کی سزا:

بدھ مت میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زانی زنا کرتا ہوا جہاں پکڑا جائے وہیں اسے قتل کر دیا جائے۔ ساتیر کے زمانہ میں قانون یہ تھا کہ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں پکڑا جاتا جس کا شادی شدہ عورت سے زنا کرنا ثابت ہوتا تو اس شخص کو سزا دینے کا اختیار زانیہ اور اس کے شوہر کو دے دیا جاتا اور وہ جس قسم کی سزا دینا چاہتے دے سکتے تھے۔[36]

انگریزی نظام جرم و سزا:

شاہ ولیم دوم کے زمانے میں انسان کے اعضاء بطور سزا کاٹ دئے جاتے تھے۔ شاہ چارلس دوم کے زمانے میں بدعت مذہبی کی پاداش میں لوگ زندہ جلائے جاتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے جرائم کی پاداش میں شکنجہ کی سزا دی جاتی۔ 1770ء تک بعض جرائم کی سزا میں بدن کے ٹکڑے کر دئے جاتے تھے، بعض یورپی ممالک میں اور سزائیں مثلاً پہاڑ پر سے لڑھکا دینا بھی عام تھا۔ تقریباً دو سو جرائم ایسے تھے کہ جن کی پاداش میں سزائے موت مقرر تھی۔[37]

انگریزی نظام جرم وسزامیں کوڑوں کی سزا:

سزاؤں کا جو نظام ہندوستان میں انگریزوں نے نافذ کیا تھا اس میں بھی کوڑوں کی سزا کو باقی رکھا گیا تاہم کوڑوں کی سزا دینے کے لئے جرائم کی نوعیت کا کوئی تعین نہ تھا۔ خود انگریز مورخ اس بات کے قائل ہیں کہ معمولی نوعیت کے جرائم کے لئے بھی کوڑے مارنے کی سزا عام تھی اور کوڑے کھلے عام لگائے جاتے تھے، کوڑے لگاتے وقت جنس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا اور عورتوں کو اتنی ہی طاقت سے کوڑے لگائے جاتے جتنی کہ مردوں کو۔ شکنجے میں کسنے کی سزا بھی اس وقت عام تھی۔[38] عام طور پر تیس کوڑے مارنے کی سزا مناسب سمجھی جاتی تھی، سنگین جرائم کے لئے تیس کوڑے دو یا تین بار لگتے تھے، عدالتی اندراجات میں بعض ایسے مقدمات ملتے ہیں جن میں کبھی کبھی سو کوڑے تک بھی لگانے کی سزا دی جاتی۔[39] بحری قزاق کو سنگین جرم سمجھا جاتا تھا جس کے لئے موت کی سزا مقرر تھی۔ رہزنی کی سزا موت تھی، چوری کے لئے غلام بنانے کی سزا مقرر تھی۔[40]

کوڑہ زنی، غلام سازی اور سزائے موت پر اکتفاء نہیں بلکہ کبھی کبھی ملزموں کو داغنے کا اصول بھی "انصاف پسند" انگریزی حکومت کے دور میں کارفرما تھا۔[41]

قدیم بابلی تمدن اور حد زنا:

زنا قدیم بابلی تمدن میں قبیح فعل سمجھا جاتا تھا اور زانی وزانیہ کے لئے حالات وزمانہ کی رعایت کرتے ہوئے سزا مقرر تھی تاہم فعل زنا کی انتہائی سخت سزا سزائے موت مقرر تھی۔ قدیم بابلی قانون، قانون اور نمو، میں زنا کے متعلق ضابطہ نمبر 4 اور ضابطہ نمبر 5 کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"اگر کسی کی بیوی کسی غیر شخص کو اپنے دامن فریب میں اس طرح گرفتار کرلے کہ وہ اجنبی شخص اس سے جماع کر بیٹھے تو اس عورت کے شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر ڈالے جب کہ اس زانی شخص کو جسے اس عورت نے پھسلایا ہو چھوڑ دیا جائے گا"۔[42]

(ضابطہ نمبر 130) آزاد لڑکی سے زنا بالجبر کی سزا موت تھی۔

قانون حمورابی کا ضابطہ نمبر 126 زانیہ شادی شدہ عورت کے بارے میں کچھ یوں تھا۔

"شادی شدہ زانیہ عورت کو باندھ کر دریا میں ڈالا جاتا، ہاں اگر اس کا شوہر اسے معاف کر دیتا یا بادشاہ اسے چھوڑ دیتا تو خلاصی ممکن تھی"۔[43] دوسری جگہ ہے "کہ اگر کوئی بیوی دوسرے شخص کے چرنوں سے

پکڑی جائے تو اسے قتل کرنا چاہئے"۔ (44)

جرم زنا اور قدیم مصری تمدن:

مصری تمدن میں زنا کی سخت سزا دی جاتی، بعض قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ زانی اور زانیہ کو دریا برد کرکے یا نذر آتش کرکے سزائے موت دی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یوں ملتی ہے کہ ایک نوجوان کا کسی کاہن کی بیوی سے ناجائز تعلق قائم ہو گیا چنانچہ کاہن نے اس نوجوان کو مگرمچھ کے منہ میں ڈلوادیا جب کہ اپنی فاحشہ بیوی کو محل کے شمالی میدان میں جلوادیا اور اس کے راکھ کو دریا میں ڈال دیا گیا۔ غالبا یہ زانیہ محصنہ کی سزا تھی تاہم بہت سے شواہد اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس جرم کی سزا میں بعد کے زمانوں میں تخفیف ہوتی چلی گئی تا آنکہ صرف ناک کاٹنے پر اکتفاء کیا گیا۔

اس طرح ایک اور واقعہ میں ایک عورت کے اپنے دیور سے زنا کرنے کی خواہش اور دیور کے انکار پر عورت کی طرف سے اس پر تہمت لگانے اور عورت کی خاوند کی طرف سے عورت کو کتوں کے آگے ڈلوانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ (45)

جرم سرقہ اور قدیم ہندی تمدن:

سرقہ کے بارے میں منوسمرتی کے مختلف النوع سزائیں پائی جاتی ہیں۔

1: خاندانی عورت یا عمدہ جواہر کو اگر کوئی چرالے تو اسے قتل کرڈالنا چاہیے۔ (46)

2: جو چور نقب زنی کرکے رات میں چوری کرتے ہیں ان کے دونوں ہاتھ کاٹ کر ان کی تشہیر کرنا چاہیے۔ جو چور اول مرتبہ گرہ کاٹے اس کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی کٹنا چاہیے دوسری مرتبہ ارتکاب جرم ہو تو ہاتھ یا پاؤں کاٹنا چاہئے اور تیسری مرتبہ قتل کرنا مناسب ہے۔ (47)

3: برہمن کی گائے چرانے والے کا آدھا پاؤں کاٹ لینا چاہیے۔ (48)

حاصل کلام:

اسلام کے علاوہ باقی ادیان کی سزائیں اسلامی حدود سے یا تو بعض جگہ پر مطابقت رکھتی ہیں یا ان سے بھی بڑھ کر سخت ہیں بلکہ اسلام نے سنگین نوعیت کے جرائم میں جو سزائیں مقرر کی ہیں اس سے کہیں زیادہ سخت سزائیں ان ادیان میں معمولی جرائم پر دی جاتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات:

1: الافریقی ،ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم ،لسان العرب ،حرف الدال فصل الحاء المہملۃ،ج3،ص140،دار صادر بیروت، طبع ثالث 1414ھ۔

2: الزّبیدي محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق، تاج العروس من جواہر القاموس،ج8،ص6، فصل الحاء المہملۃ مع الدال، دار الھدایۃ۔

3: البقرۃ:229۔

4: البقرۃ:187۔

5: ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ج3، ص140۔

6: الشوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ، نیل الأوطار، ج7، ص103، دار الحدیث مصر، طبع أولی، 1413ھ۔

7: السرخسی، محمد بن أحمد بن أبی سھل، المبسوط، ج9، ص36، دار المعرفۃ بیروت، 1993م۔

8: ابن ہمام، فتح القدیر، ج5، ص3، المطبعۃ الامیریہ، 1315ھ۔

9: الجزیری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج5، ص7، دار الفکر بیروت۔

10: محمد شفیع، معارف القرآن، ج3، ص133، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 2008ء۔

11: ایضاً۔

12: الماوردی، الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، ص219، دار الکتاب بیروت، 1982ء۔

13: ابو یعلیٰ، الاحکام السلطانیۃ، ص257، انصار السنۃ المحمدیۃ مصر، 1938۔

14: الغزالی، المستصفیٰ، ج1، ص287، مطبعۃ امیریہ مصر، 1294ھ۔

15: ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص120، کلام کمپنی کراچی۔

16: الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص221۔

17: الکاسانی ،علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج4، ص111، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور، 1987ء۔

18: احبار، 16:24۔

19: استثناء، 6:17۔

20: احبار، 27:20۔

21: استثناء، 21:21۔

22: گنتی، 36:15۔

23: احبار 14:20۔

24: احبار 9:21۔

25: احبار24:18۔

26:احبار باب20۔

27:احبار20:45۔

28: استثناء7:12۔

29: انجیل یوحنا باب8۔

30:کتاب اعمال باب6۔

31: استثناء25: 1-3

32: امداد صابری، قدیم ہندوستان کی تاریخ جرم و سزا، ج1، ص47، بمبئ پریس دہلی۔

33:ایضاً، ص48۔

34:ایضاً۔

35:حوالہ بالا۔

36:ایضاً۔

37:غلام کبریا خان، کتاب الحدود، ص1، ڈسٹرکٹ کورٹ کوئٹہ۔

38: ایم بی جین، ہندوستان کی قانونی تاریخ، ج1، ص62، ترقی اردو نئی دہلی انڈیا، 1992ء۔

39:ایضاً، ص77۔

40:ایضاً، ص61۔

41:ایضاً، ص77۔

42:فوزی رشید، الشرائع العراقیۃ القدیمہ، ص17، وزارۃ الاعلام الجمہوریۃ العراقیۃ۔

43:سامی سعید، المدخل فی التاریخ العالم القدیم، ج2، ص252، جامعہ بغداد عراق، 1983۔

44:ایضاً۔

45:محمد بیومی مہران، التاریخ الشرق الادنی القدیم، ص226، مدینہ النصر، 1984۔

46:نجیب آبادی ،اکبر شاہ خان ،مقدمہ تاریخ ہند ،ج2، ص123، مکتبہ عبرت نجیب آباد، 1935ء (بحوالہ منوسمرتی 8/323)۔

47:حوالہ بالا (بحوالہ منوسمرتی 9/237-274) ۔

48:حوالہ بالا (بحوالہ منوسمرتی 8/325-414)۔